حدیث کا درایتی معیار

(داخلی فہم حدیث)

(۲)

مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

پاکیزہ و گندی چیزوں سے متعلق دین کی بنیادی باتیں

(۵) پاکیزہ و گندی چیزوں سے متعلق مثلاً پاکیزہ اور گندی چیزیں برابر نہیں ہیں، ایک کو دوسرے سے بدلنے کی اجازت نہیں، گفتگو، تعلقات، روزی، زندگی اور اولاد وغیرہ ہر ایک میں پاکیزگی کو اختیار کرنا اور گندگی سے دور رہنا چاہیئے۔ وغیرہ۔ درج ذیل آیتوں سے ثبوت ملتا ہے:

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ[1] — آپ کہہ دیجئے کہ طیب (پاکیزہ) اور خبیث (گندی) برابر نہیں ہیں اگرچہ خبیث کی کثرت تجھ کو اچھی لگے۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ[2] — اور خبیث کو طیب سے نہ بدلو۔

وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ[3] — وہ پاکیزہ بات کی ہدایت دیئے گئے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ[4] — اللہ کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتے ہیں۔

---

[1] المائدہ ع ۱۳ [2] النساء ع ۱ [3] الحج ع ۳ [4] الفاطر ع ۲

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ [1]

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔

كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا [2]

زمین کی چیزوں میں سے حلال طیب کھاؤ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً [3]

جس مرد یا عورت نے عمل صالح کئے اور وہ مومن ہے تو ہم اس کو حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) عطا کریں گے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً [4]

اے میرے پروردگار اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

یہ اور ان کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جن سے دین کی بنیادوں کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس حد تک ان کی تشریح بھی موجود ہے کہ دونوں کی روشنی میں شریعت سازی ہو سکے اور اخذ و استنباط کا سلسلہ جاری رہے۔ شعورِ نبوت نے "بنیاد و تشریح" دونوں سے معنویت حاصل کر کے شریعت سازی کے فرائض انجام دئے اور مقاصدِ دین کو بروئے کار لانے کے لئے عمارت تعمیر کی۔

دین کے مقاصد | دین کے تین مقصد ہیں:

(۱) انسان کی اصلاح

(۲) عدل و رحمت کا قیام اور

(۳) دنیا و آخرت کی فلاح

---

[1] النور ع ۳ [2] البقرہ ع ۲۲ [3] النحل ع ۱۳ [4] آل عمران ع ۴

ان تینوں کو سمیٹ کر ایک مقصد بنایا جاتا ہے یعنی "انسان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح وکامیابی کا راستہ کھولنا" جیسا کہ بہت سی آیتوں میں صراحتہً فلاح وکامیابی کا ذکر موجود ہے لیکن حدیث کی معنویت سمجھنے میں سہولت کے لئے اس کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر حصہ کی الگ الگ تفصیل درج ذیل ہے :

انسان کی اصلاح

اصلاح کے لئے جامع لفظ "تزکیہ" ہے

دین کا پہلا مقصد انسان کی اصلاح ہے جس کے لئے قرآن حکیم میں نہایت جامع لفظ "تزکیہ" استعمال ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم کام اس کو قرار دیا گیا جیسا کہ ان آیتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے :

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔[1]

اے ہمارے رب آپ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجئے جو ان کو آپ کی آیتیں پڑھکر سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی تفصیلات میں ہے :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔[2]

اللہ ہی نے امیوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے بیشک اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

---

[1] البقرہ ع ۱۵

[2] الجمعہ ع ۱

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[1]

جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تمھیں میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا، تمھارا تزکیہ کرتا اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا اور تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

"تزکیہ" کے لغوی و اصطلاحی معنی

"تزکیہ" کے لغوی معنی ابھارنا اور نشو و نما دینا ہیں لغت کی کتابوں میں اس کا مادہ "زکار" بیان کیا گیا ہے۔

الزكاء النماء والريع وكل شيئ يزداد وينمي فهو يزكو زكاء[2]

زکار کے معنی بڑھنا اور تر و تازہ ہونا۔ ہر وہ چیز کہ جس میں زیادتی و ترقی ہو وہ اس میں داخل ہے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں:

اصل الزكاء النمو الحاصل عن بركة الله[3]

"زکار" کی اصل وہ بڑھوتری جو اللہ کی برکت سے حاصل ہو۔

اسی لحاظ سے تزکیۂ نفس کے معنی وہ یہ کرتے ہیں:

تنميتها بالخيرات والبركات[4]

نفس کو بھلائیوں اور برکتوں سے ترقی دینا۔

قرآن حکیم کی اصطلاح میں "تزکیہ" کا مفہوم بدی کی قوتوں کو مغلوب کر کے نیکی کی قوتوں کو ابھارنا اور نشو و نما دینا تا کہ فوز و فلاح حاصل ہو جیسا کہ ان آیتوں سے ثابت ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا[5]

نفس اور اس کی بناوٹ شاہد ہے کہ اللہ نے اس کو نیکی و بدی کا الہام کیا (قوتیں عطا کیں) وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اس کا تزکیہ کیا وہ ناکام رہا جس نے اس کو آلودہ کیا۔

---

[1] البقرہ ع ۱۸ [2] محمد بن مکرم ابن منظور۔ لسان العرب ج ۱۴
[3] راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن۔ [4] ایضاً [5] الشمس ع ۱

تزکیہ کے مقابل تدسیہ ہے جس کے معنی ہیں:

ادخال الشیئ فی الشیئ بضرب من الاکراہ[1] کسی کو کسی شے میں زبردستی داخل کرنا

اس کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے جس میں لڑکی کی پیدائش پر عرب جاہلیت کا ردعمل مذکور ہے

اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ[2] اس کو ذلت قبول کرکے رو کے رکھے یا مٹی میں دبا دے۔

مذکورہ آیت میں نیکی وبدی (تقویٰ وفجور) کے الہام سے ثابت ہے کہ انسان میں دونوں کی قوتیں موجود ہیں اسی طرح تزکیہ وتدسیہ کے مقابلہ سے ظاہر ہے کہ نیکی سے نفس کو نشوونما و بالیدگی حاصل ہوتی ہے جبکہ بدی سے اس کو پستی وخواری ہوتی ہے۔ پھر تزکیہ اور تدسیہ کے فعل کو انسان کی طرف منسوب کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں نیکی کو غالب اور بدی کو مغلوب کرنے کی قوت بھی موجود ہے۔

"تزکیہ" کے مفہوم میں اصلاح داخل ہے جیساکہ "زکاہ" (تزکیہ کا ماضی) کے معنی اصلحہ (اس کی اصلاح کی) اور ولکن اللہ یزکیّ (لیکن اللہ تزکیہ کرتا ہے) کے معنی یصلح (اصلاح کرتا ہے) بیان کئے گئے ہیں[3]۔

اصلاح وتزکیہ کے لئے شعور نبوت کی ضرورت

قرآن حکیم میں اصلاح وتزکیہ سے متعلق دین کی بنیادی باتیں اور بطور نمونہ ان کی تشریح کے لئے کچھ جزئیات موجود ہیں لیکن ان کا مفہوم متعین کرکے برمحل منطبق کرنے اور احوال وظروف کی رعایت کرکے عملی شکل میں متشکل کرنے کے لئے ایک ایسے شعور کی ضرورت ہے جو اخذ و استنباط کی صلاحیت رکھتا ہو اور جس

---

[1] راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن و ابن منظور لسان العرب [2] النحل ع ۷

[3] سعید الخوری الشرتونی اللبنانی۔ اقرب الموارد جزء ثالث

کی صحت کی ضمانت بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے شعور نبوت کے ذریعہ متعلقہ آیتوں کی معنوی دلالت سے اخذ و استنباط کر کے اصلاح و تزکیہ کی پوری عمارت تیار کی۔

طبیب حاذق کے کام سے یک گونہ مشابہت

اس اہم کام کے لئے شعور نبوت کو کن چیزوں پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوئی۔ کن گوشوں تک رسائی حاصل کرنا پڑی اور نفسی قوتوں کے پیش نظر قول و فعل کو کس انداز میں ڈھالنا پڑا؟ ان سب کے لئے جسمانی طبیب حاذق کے کام میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کی نظر مرض کی قوت، اس کی نوعیت، مریض کی عمر، جائے رہائش اور موسم نیز دوا و غذا کی قوت ان کی خاصیت و اثر اور پرہیز و علاج سے متعلق تمام باتوں پر ہوتی ہے اور پھر ان کے لحاظ سے وہ بہت سی ان باتوں کی خبر دیتا جن کو لوگ نہیں جانتے۔ ان باریکیوں کا احاطہ کرتا جن سے وہ لاعلم ہوتے۔ کبھی وہ امور محسوسہ کو مخفی امور کے قائمقام قرار دیتا ہے مثلاً چہرہ کی سرخی اور مسوڑھے سے خون جاری ہونے کو غلبۂ خون کی علامت قرار دیتا۔ کبھی علامت کو بجائے سبب مرض اور دوا کی مخصوص مقدار کو بجائے ازالۂ مرض قرار دے کر قاعدہ کلیہ وضع کرتا ہے مثلاً جو شخص فلاں دوا یا معجون کی اتنی مقدار نہ استعمال کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا کبھی وہ مرض و مریض کی نوعیت و کیفیت کے پیش نظر نئی دوائیں اور نئے مرکبات تیار کر کے ان کو مخصوص امراض کے لئے تیر بہدف ثابت کرتا ہے وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان کاموں کے لئے مجرد علم طب کافی نہیں ہے بلکہ فنی حذاقت و مہارت درکار ہے کہ وہ مریض و مرض کے پیش نظر اخذ و استنباط اور ریسرچ و تحقیق کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔

نفسی زندگی "جسمانی" سے کہیں زیادہ باریک ہے

انسان کی نفسی زندگی کا معاملہ "جسمانی" سے کہیں زیادہ باریک اور جذب و انجذاب کو قبول کرنے والا ہے۔ اس بنا پر لازمی طور سے اس کے مرض و مریض، دوا و غذا اور پرہیز و علاج کی نزاکتوں کو سمجھنے کے لئے فنی حذاقت و مہارت کافی نہیں ہے بلکہ نورانی شعاعوں کی بھی ضرورت ہے جن کے ذریعہ ان مخفی تاروں کا عکس لیا جا سکے جن کو چھیڑے بغیر زندگی کے "ساز" میں "سوز" نہیں پیدا ہوتا اور بہت سے نغمے خاموش ہو جاتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نورانی شعاعوں سے کام لے کر اصلاح و تزکیہ کی عمارت تعمیر کی جس کی تفصیل حدیثوں میں موجود ہے یہاں بطور نمونہ عمارت کے چند حصے ذکر کیے جاتے ہیں جن سے معنوی دلالت کو سمجھنے اور ان پر پوری عمارت کو قیاس کرنے میں سہولت ہوتی ہے وہ یہ ہیں:

(۱) عقاید و عبادات

(۲) اقدار و اخلاق

(۳) عادات و اطوار

(۴) معروف و منکر اور

(۵) طیبات و خبائث

نفسی قوتوں کی اہمیت لیکن ان سب پر گفتگو سے پہلے "نفسی قوتوں" کو سمجھنا ضروری ہے جو پیدائش کے وقت ودیعت کی جاتی ہیں اور جن پر ساری بحثوں کا مدار ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ[1]

بے شک اللہ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ ان چیزوں کو نہ بدلیں جو ان کے "انفس" کے ساتھ وابستہ ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ[2]

یہ بات اس لئے ہوئی کہ اللہ جو نعمت کسی قوم کو عطا فرماتا ہے اسے وہ اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ لوگ ان چیزوں کو نہ بدلیں جو ان کے انفس کے ساتھ وابستہ ہیں۔

---

[1] الرعد ع ۲ [2] الانفال ع ۷

"انفس" کو دوسری جگہ "آفاق" کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے جس سے اس کی وسعت و بوقلمونی کا ثبوت ملتا ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ[1] — اب ہم ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفسوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔

ان آیتوں میں "انفس" سے مراد تمام وہ قوتیں ہیں جن کا اثر کسی نہ کسی شکل میں انسان کے اعمال و حرکات پر پڑتا ہے۔ ان قوتوں کا احاطہ مقصود نہیں ہے بلکہ صرف ان بنیادی قوتوں کا ذکر مقصود ہے جن کا سمجھنا اصلاح و تزکیہ کی اولین ضرورت ہے۔

نفس بنیادی قوتوں سے متعلق آیتیں | بنیادی قوتوں کا ذکر قرآن حکیم کی ان آیتوں میں ہے

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ[2] — اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں۔

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ[3] — فرشتوں نے کہا کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد و خونریزی کرے گا۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ[4] — آپ کہہ دیجئے ہر ایک اپنی "شاکلہ" پر کام کرتا ہے

وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ[5] — ڈرو تم اس سے جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق (کی جبلت) کو پیدا کیا۔

معنویت حاصل کرنے والی حدیثیں | ان آیتوں میں فطرت، شاکلہ اور جبلت کا ذکر ہے جن سے معنویت (معنوی دلالت) حاصل کرنے والی حدیثیں یہ ہیں:

---

[1] حم السجدہ ع ۶ [2] الروم ع ۴ [3] البقرہ ع ۴

[4] بنی اسرائیل ع ۱ [5] شعراء ع ۱۰

(۱) کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ[۱]۔ — ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

پھر ایک مثال کے ذریعہ رسول اللہؐ نے وضاحت فرمائی:

(۲) کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء[۲] — جیسا کہ بکری کا بچہ صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے اس میں "کن کٹے" کا عیب نہیں پایا جاتا۔

(۳) ان اللہ کتب علی ابن آدم حظہ من الزناء ادرک ذلک لا محالۃ فزنا العین النظر و زنا اللسان النطق والنفس تمنی و تشتھی والفرج یصدق ذلک و یکذبہ[۳] — اللہ نے ابن آدم پر (مثلاً) زنا سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جو اس کو پہونچتا ہے۔ آنکھ کا زنا دیکھنا، زبان کا زنا گفتگو کرنا۔ نفس اس کی خواہش و آرزو کرتا اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

(۴) الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ[۴] — لوگ "کان" ہیں مثل سونے چاندی کی کان کے (جن سے مختلف قسم کے لوگ نکلتے ہیں۔

(۵) کل میسر لما خلق لہ[۵] — ہر ایک کے لئے وہی آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا۔

(۶) ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن و قرینہ من الملائکۃ قالوا ایاک یا رسول اللہ قال و ایای ولکن اللہ اعانني فاسلم فلا یأمرني الا بخیر[۶] — تم میں سے ہر شخص ایک ساتھی شیطان سے اور ایک ساتھی فرشتہ سے مقرر ہے لوگوں نے سوال کیا کیا آپ کے ساتھ بھی ہے آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے میری مدد کی اور شیطان میرا مطیع ہو گیا

---

[۱] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کتاب القدر [۲] ایضاً [۳] مسلم و مشکوٰۃ کتاب العلم
[۵] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کتاب القدر [۶] مسلم و مشکوٰۃ باب الوسوسہ

اب وہ صرف خیر و بھلائی کی مجھے تلقین کرتا ہے۔

(۷) اذا سمعتم بجبل تغیر عن خلقه فلا فصدقوا به واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقه فلا تصدقوا به فانه یصیر الی ماجبل علیه[1]

جب کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو صحیح مان لو لیکن جب کسی انسان کے بارے میں سنو کہ اس کی خلقت بدل گئی تو نہ صحیح مانو کیونکہ وہ اپنی جبلّت کی طرف پھر لوٹ آئے گا۔

(۸) خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا[2]

جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ جبکہ انھوں نے سمجھ حاصل کی۔

معنوی دلالت کی تشریح پہلی اور دوسری حدیث سے فطرت کی نقاب کشائی ہوئی اور عملی زندگی میں اس کا رخ متعین ہوا جس کی بنا پر شاہ ولی اللہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوئے۔

لان الانسان خلق فی اصل فطرته المیل الی بارئه جل مجده و ذلك المیل امر دقیق[3]

انسان کی اصل فطرت میں اپنے بزرگ و برتر خالق کی طرف میلان پیدا کیا گیا اور یہ میلان نہایت دقیق امر ہے۔

تیسری حدیث میں انسان کے اجزائے ترکیبی کے خواص کی نشاندہی کی گئی اور عملی زندگی میں ان خواہشات کا رُخ بتایا گیا۔ چنانچہ خلافتِ آدم کے واقعہ میں فرشتوں نے آدم کے بارے میں فتنہ و فساد اور خونریزی پھیلانے کی جو بات کہی تھی اس کی بنیاد یہی اجزائے ترکیبی کے خواص تھے۔

علاء الدین علی بن محمد کہتے ہیں:

---

[1] مسند احمد ج ۶ من حدیث ابی الدرداء [2] مسلم و مشکوٰۃ کتاب العلم

[3] ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱۔ باب الایمان بان العبادۃ حق اللہ الخ

ان آدم خلق من اخلاط مرکبة	آدم مرکب اخلاط سے پیدا کیا گیا جس سے فرشتوں
علموا انه یکون فیه الحقد و الغضب	نے جانا کہ اس میں ضرور غصہ اور کینہ ہوگا جن سے
ومنهما یتولد الفساد و یسفك الدماء[1]	فساد پھیلے گا اور خونریزی ہوگی۔

چوتھی حدیث میں شاکلہ اور جبلّت کی ابتدائی ہیئت کی طرف اشارہ ہے جس میں صالح وغیر صالح دونوں اجزاء کی آمیزش ہے۔

پانچویں حدیث میں "قرینه من الجن وقرینه من الملٰئکة" کے ذریعہ شاکلہ وجبلت میں سعادت وشقاوت دونوں قسم کی قوتوں کو قریب الفہم بنایا گیا۔

چھٹی حدیث میں دونوں قوتوں کی تاثیر کو عملی زندگی میں سمجھایا گیا۔

ساتویں حدیث میں نفسی قوتوں کے استحکام پر زور دیا گیا جن کے زائل ہونے کی توقع نہیں ہے مثلاً غصہ اور شہوت کی قوت کو اصلاح وتزکیہ کے ذریعہ ختم نہیں کیا جا سکتا یا کند ذہن کو تربیت کے ذریعہ اعلیٰ قسم کا ذہین نہیں بنایا جا سکتا۔

آٹھویں حدیث میں اصلاح وتزکیہ اور تربیت کی تاثیر کو سمجھایا گیا کہ ان کے ذریعہ نفسی قوتوں کے استعمال کا رخ پھیرا جاتا اور ان میں نکھار پیدا کیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ معنوی دلالت کی تشریح وتوضیح کرنے والی اور کئی حدیثیں کتاب القدر اور باب الوسوسہ وغیرہ میں ہیں جن کو طوالت کے خیال سے ذکر نہیں کیا جاتا۔

ان حدیثوں سے فطرت، شاکلہ اور جبلّت کا قرآنی مفہوم معلوم کرنے میں سہولت ہوئی ورنہ لغت کی مدد سے مفہوم متعین کرنے میں بڑی دشواری تھی۔ جیسا کہ ہر ایک کے لغوی و اصطلاحی معنی سے ثابت ہے۔

فطرت کی لغوی واصطلاحی تحقیق (۱) فطرت کے لغوی معنی آٹا گوندھ کر خمیر آنے سے پہلے روٹی

---

[1] علاء الدین علی بن محمد تفسیر خازن ج ۱

پکانا۔ "تفطّر العجین" اس وقت کہتے ہیں جب آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے۔[1]

پھر معنی میں توسیع ہو کر کسی "شیٔ" کو خاص ہیئت پر ایجاد کرنے اور گھڑنے میں فطرت کا استعمال ہونے لگا۔ "فطر اللہ الخلق" کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں:

وھو ایجادہ الشیئ وابداعہ علی ھیئۃ مترشحۃ بفعل من الافعال[2] — اللہ کا کسی چیز کو ایسی ہیئت پر گھڑنا کہ جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لائق ہو جائے۔

انگریزی و عربی لغت میں یہ تعریف کی گئی ہے:

"بچہ کی نیچرل کانسٹی ٹیوشن" جس پر وہ اپنی ماں کے پیٹ میں پیدا کیا جاتا ہے۔"[3]

قرآن حکیم کی اصطلاح میں "فطرت" قبول حق کی اس قوت استعداد کا نام ہے جو پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں ہر فرد کو منجانب اللہ عطا کی جاتی ہے۔ راغب اصفہانی نے مذکورہ آیت "فطرۃ اللہ التی الخ" میں فطرت کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

ھی مارکز فیہ من قوتہ علی معرفۃ الایمان[4] — اللہ کی فطرت سے وہ قوت مراد ہے جو ایمان کی معرفت کے لئے پیوست کی جاتی ہے۔

"النہایۃ فی غریب الحدیث" میں مذکورہ حدیث "کل مولود یولد علی الفطرۃ" الخ کے یہ معنی ہیں:

انہ یولد علی نوع من الجبلۃ والطبع — "بچہ" جبلت و طبیعت کی ایسی ہیئت پر پیدا کیا

---

[1] مجدالدین الشیرازی۔ قاموس۔ فطر۔ و محمد طاہر پٹنی۔ مجمع البحار ج ۳ فطرت

[2] ایضاً (قاموس)

[3] "Arabic English Lexican By Edward william Lane"

[4] راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن

المتھیٔ لقبول الدین فلو ترک علیھا لاستمر لزومھا ولم یفارقھا الی غیرھا و انما یعدل عنہ من یعدل لآفۃ من آفات البشر و التقلید[۱] — جاتا ہے جو قبول دین کے لئے آمادہ ہوتی ہے، اگر اسی ہیئت پر چھوڑ دیا جائے تو یہ برقرار رہے کسی اور ہیئت کی طرف تجاوز نہ کرے جو تقلید یا بشری آفات میں کسی آفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

وھی قبولھم للحق و تمکنھم من ادراکہ[۲] — حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کی جو استعداد و قدرت ہوتی ہے اس کا نام فطرت ہے۔

یہ فطرت (قبول حق کی قوت و استعداد) پیدائش کے وقت منجانب اللہ ہر فرد کو یکساں دی جاتی ہے۔ اس قدرتی عطیہ میں کسی قسم کی تخصیص و ترجیح نہیں ہوتی۔ نیز اس میں ایک خاص قسم کی روشنی و رہنمائی ہوتی ہے جو اس وقت تک کام دیتی ہے جب تک اس کے خلاف دوسرے موثرات کا غلبہ نہیں ہو جاتا۔ اصلاح و تزکیہ کے ذریعہ اس غلبہ کو مغلوب کیا جاتا اور فطرت کی اصل قوت کو بحال کیا جاتا ہے۔

فطرت کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حدیثوں میں فطرت کے تحت ختنہ کرانا، ناخن ترشوانا، مونچھیں کتروانا، بغل و ناف کے بال صاف کرنا وغیرہ ذکر کیا ہے[۳]۔

"ابو الہثیم" نے فطرت ثانیہ سے کلمہ شہادت مراد لیا ہے[۴]۔

۱۔ ابن اثیر۔ النہایۃ فی غریب الحدیث۔

۲۔ قاضی بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی روم ع ۴

۳۔ بخاری کتاب اللباس باب قصر الشارب۔ ونسائی ذکر الفطرۃ

۴۔ محمد مرتضیٰ زبیدی۔ تاج العروس و تفسیر بیضاوی روم ع ۴

بعض دوسرے حضراتؒ نے فطرت کے معنی دین، اسلام اور سنت قدیمہ وغیرہ کیے ہیں[1]۔

شاہ ولی اللہ نے اس حالت کو فطرت سے تعبیر کیا ہے جو انبیائی تعلیمات کا خلاصہ طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت سے ترکیب پاتی ہے۔

والحالۃ المرکبۃ منہا تسمی الفطرۃ[2] — ان چاروں اوصاف سے جو حالت ترکیب پاتی ہے اس کا نام فطرت ہے۔

یہ سب فطرت کے آثار و مظاہر ہیں۔

شاکلہ کی لغوی و اصلاحی تحقیق | (۲) شاکلۃ۔ عربی میں شاکل کی مؤنث ہے جس کے لغوی معنی مثل، نظیر، مشابہت، مسلک، مذہب، طریقہ وغیرہ ہیں[3]۔

محاورہ ہے:

لست علی شکلی ولا علی شاکلتی — تو میرے مسلک اور طریقہ پر نہیں ہے۔

فیہ شکلۃ او شاکل من ابیہ — اس میں اپنے باپ سے مشابہت ہے۔

ھذا علی شاکلۃ ابیہ ای شبھہ — یہ اپنے باپ کے مشابہ ہے۔

قرآن حکیم کی اصطلاح میں شاکلہ" اس پیدائشی بناوٹ کو کہتے ہیں جس میں ہدایت وضلالت یا سعادت و شقاوت دونوں قوتوں کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ یہ انسان کی معنوی صورت ہے جو ابتدا میں بنتی اور سعادت و شقاوت کے خمیر سے ترکیب پاتی ہے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں:

---

[1] محمد مرتضی زبیدی۔ تاج العروس وتفسیر بیضاوی روم ع ۴

[2] ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ باب الاصول التی یرجع الیہا تحصیل الطریقۃ الثانیۃ

[3] محمد مرتضی زبیدی تاج العروس ودیگر کتب لغت

علی شاکلتہ ای علی سجیتہ التی قیدتہ وذلك ان سلطان السجیۃ علی الانسان قاھر[1] — اپنی شاکلہ پر یعنی اس بناوٹ پر جس کا تو نے اس کو مقید کیا کیونکہ انسان پر بناوٹ کی حکومت غالب ہے۔

"سجیۃ" کے معنی خلقت، طبیعت اور ملکہ ہیں۔

ھی الملکۃ الراسخۃ فی النفس التی لا یقبل الزوال بسھولۃ[2] — "سجیۃ" نفس میں ایک مضبوط ملکہ ہے جو آسانی سے نہیں زائل ہوتا۔

سید محمد آلوسی بغدادی نے بھی "شاکلۃ" کے یہی معنی بیان کئے ہیں[3]

قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

کل واحد یعمل علی طریقتہ التی تشاکل جوھر روحہ واحوالہ التابعۃ لمزاج بدنہ[4] — ہر شخص اس طریقہ پر عمل کرتا ہے جو جوہر روح ومزاج بدن کی حالتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں:

علی شاکلتہ ای طریقتہ التی جبل علیہ[5] — اپنے اس طریقہ پر عمل کرتا ہے جس پر اس کی جبلت کی گئی

"شاکلۃ" کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں مثلاً

---

[1] راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن۔

[2] زبیدی۔ تاج العروس۔ فصل السین

[3] محمود آلوسی بغدادی روح المعانی ج ۱۹

[4] قاضی ناصر الدین بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی۔ بنی اسرائیل ع ۱

[5] ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ باب اختلاف الناس فی جبلتھم المستوجبۃ۔

(۱) وہ طریقہ اور مذہب جو ہدایت وضلالت میں اس کی حالت کے مشابہ ہے[۱]
(۲) وہ عادتیں جن پر انسان کی پیدائش ہوئی ہے[۲]
(۳) وہ طریقہ اور روش جس پر انسان کی پیدائش ہوتی ہے وغیرہ[۳]
یہ سب معنی اصطلاحی مفہوم سے حاصل کئے گئے ہیں۔

جبلت کی لغوی و اصطلاحی تحقیق (۲) جبلت کے لغوی معنی خلقت، طبیعت، اصل اور وہ حالت جس پر بنایا گیا[۴] مفہوم کے لحاظ سے جبلت اور شاکلہ دونوں ایک ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیت میں "والجبلۃ الاولین" کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں:

ای المجبولین علی احوالھم التی بنوا علیھا وسبلھم التی فیتضوا السلوکھا المشار الیھا بقولہ تعالیٰ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ[۵]	وہ جن کی پیدائش ان احوال پر ہوئی جن پر وہ بنائے گئے اور ان راستوں پر ہوئی جن پر چلنا مقرر کیا گیا۔ اللہ کے فرمان "قل کل یعمل علی شاکلتہ" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تاج العروس (زبیدی) کی یہی عبارت ہے[۶]۔ روح المعانی (محمود آلوسی) میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے[۷]۔

---

[۱] محمد طاہر پٹنی۔ مجمع البحار۔ وقاضی بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی بنی اسرائیل ع ۱
[۲] ابوبکر جصاص۔ احکام القرآن ج ۳ بنی اسرائیل ع ۱
[۳] ابوحیان اندلسی۔ البحر المحیط بنی اسرائیل ع ۱
[۴] ابن منظور، لسان العرب وسعید الخوری الشرتونی اللبنانی: اقرب الموارد
[۵] راغب اصفہانی المفردات فی غریب القرآن۔ جبل
[۶] زبیدی۔ تاج العروس۔ فصل الجیم مع اللام
[۷] محمود آلوسی۔ روح المعانی ج ۱۹، شعراء ع ۱۰

مذکورہ آیت "وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّۃَ الْاَوَّلِیْنَ" میں جبلت کے دوسرے معنی بھی بیان کیے گئے ہیں مثلاً عدد کثیر، اگلی مخلوق، دس ہزار کی جماعت، جماعت کثیرہ وغیرہ[۱]

لیکن اصل معنی خلقت، طبیعت اور بناوٹ ہیں جن کا لحاظ دوسرے معنوں میں موجود ہے اس کا ثبوت رسول اللہ کی درج ذیل دعا میں ہے:

اسألك من خيرها وخير ما جبلتها عليه واعوذبك من شرها وشر ما جبلتها عليه[۲]۔

اے اللہ میں آپ سے اس عورت کی بھلائی اور ان چیزوں کی بھلائی مانگتا ہوں جن کو اس کی بناوٹ میں رکھا اور پناہ مانگتا ہوں اس عورت کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جن کو تو نے اس کی بناوٹ میں رکھا۔

"شاکلہ" اور "جبلت" میں سعادت کا خمیر فطرت سے اور شقاوت کا خمیر اجزائے ترکیبی کے خواص سے حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر شاکلہ اور جبلت کی تیاری میں یکسانیت نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ کی بنا پر فرق ہوتا ہے۔ اس بنا پر اصلاح و تزکیہ کے کام میں بڑی دشواری پیش آتی اور احوال و فطرت کی رعایت لازمی ہوتی ہے۔

(باقی)

---

[۱] ابن جریر طبری۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۹ شعراء ع ۱۰ ، محمود آلوسی۔ روح المعانی ج ۱۹ شعراء ع ۱۰

[۲] ابوداؤد۔ کتاب النکاح باب فی جامع النکاح